اخبار و آثار

ائمہ وخطبا کی مشکلات، مسائل اور ذمہ داریاں

الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کے زیر اہتمام سیمینار-۱

ڈاکٹر حافظ سمیع اللہ فراز (خطیب جامع مسجد ٹی بلاک، DHA، لاہور)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم اما بعد

محترم علماء کرام اور حاضرین محترم!

الشریعہ اکیڈمی اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اس اہم ترین مذہبی اور معاشرتی مسئلہ پر سیمینار منعقد کرانے پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے منتظمین کو اور معاونین کو اجر عظیم سے نوازے۔

مجھ سے ایک ہفتہ قبل میرے بھائی محترم عمار خان ناصر نے ارشاد فرمایا کہ آپ جس جگہ پر خطابت کی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں، وہ سوسائٹی اور وہ علاقہ باقی علاقوں سے کئی لحاظ سے منفرد ہے۔ لامحالہ وہاں کے مذہبی مسائل یا وہاں کی مساجد کا ماحول، اس کا جو آپ تجربہ رکھتے ہیں، وہ ہمارے حاضرین کے ساتھ، امہ اور خطبا کے ساتھ شیئر کریں تاکہ کچھ سیکھنے کا موقع بھی ملے اور جو ائمہ کی ذمہ داریاں ہیں، عملی بنیادوں پر اس کا کوئی حل بھی ہمارے سامنے آئے۔ چنانچہ اس حوالے سے میں اپنی معروضات کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ پہلا یہ کہ جس ادارے میں، میں خطابت کی ذمہ داریاں سرانجام دے رہا ہوں، اس کا نظم و نسق کیا ہے۔ جب میں تفصیل سے بیان کروں گا تو یقینی طور پر بہت سی چیزیں عام سوسائٹی سے ہٹ کر وہاں نظر آئیں گی اور جو ہمارے منتظمین حضرات ہیں، ان کے لیے بھی بہت سے اصول ان تفصیلات کے اندر موجود ہیں۔ دوسری چیز جو آج کی نشست کا عنوان ہے، وہ ہے ائمہ حضرات کی مشکلات۔ بہرحال ان مشکلات اور ان کے حل کی طرف بھی ہم کچھ توجہ دیں گے۔

حضرات محترم!

(DHA) لاہور (ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی) یہ پاکستان آرمی کے ماتحت ایک بااختیار ادارہ ہے۔ اس ادارے کا بنیادی مقصد اپنے رہائشیوں کو عالمی سطح کی رہائشی سہولیات فراہم کرنا ہے، لیکن ظاہر بات ہے کہ مسلم سوسائٹی کے اندر کوئی بھی کالونی، کوئی بھی رہائشی ادارہ بنے گا تو مساجد تو مسلم معاشرے کا ایک اہم حصہ ہیں چنانچہ اپنے قیام سے لے کر آج تک گزشتہ پچیس برسوں سے ہمارے ہاں ڈی ایچ اے (DHA) لاہور میں مساجد کا ایک منظم اور مستحکم شعبہ ہے جو اپنے رہائشی خواتین و حضرات کی دینی اور روحانی ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔ اس وقت ہمارے ہاں کل ستائیس

مساجد تعمیر ہو چکی ہیں جن میں سے چار جامع یعنی بڑی مساجد ہیں اور باقی تیس سیکٹر یعنی محلے کی مساجد ہیں۔ تفصیلات اور خصوصیات میں عرض کرتا ہوں۔

ایک چیز جس کی بنیاد پر (DHA) کا پورے کا پورا مذہبی ماحول کھڑا ہے اور شعبہ مساجد کام کر رہا ہے، وہ ایک جملہ ہے: ''مسجد تمام مسلمانوں کے لیے ہے''۔ ہمارے ہاں جو روایتی کلچر ہے مساجد کا، اس سے ذرا ہٹ کر ہمارے ہاں ہر مسجد ہر مسلمان کے لیے ہے۔ مثلاً ہمارے ہاں مساجد کے نام متعین نہیں ہیں۔ جامع مسجد رضوی قادری نہیں ہے، جامع مسجد حنفی مدنی نہیں ہے، کسی مسجد کا کوئی نام نہیں ہے۔ ہمارے ہاں مساجد منسوب ہیں محلے یا سیکٹر کے ساتھ، مثلاً جامع مسجد فیز ا، جامع مسجد فیز ۲، جامع مسجد سیکٹر۔ یوں ہمارے ہاں کسی مسجد کا کوئی نام نہیں ہے، اس لیے کہ ہمارے لوگ پہلے سے ہی تقسیم شدہ ہیں۔ جونہی کسی علاقے میں کوئی نئی مسجد بنتی ہے، وہ لوگوں کے درمیان اجتماعیت کی بجائے ایک اور تقسیم کی بنیاد رکھتی ہے، چنانچہ یہ وحدت امت کا ایک عالمی تصور ہم نے وہاں رائج کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسجد تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ جن کو ہم مسلمان یعنی اہل سنت والجماعت کہتے ہیں، سب کو مسجد میں داخلہ کی اجازت ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں جو ائمہ اور خطبا کا تقرر ہوتا ہے، وہ بھی روایتی طرز سے ذرا ہٹ کر ہوتا ہے۔ عام طور پر ائمہ وخطبا کا تقرر کسی ذاتی تعلق یا کسی کی سفارش پر یا جو وہاں کی منتظمہ کمیٹی ہوتی ہے، اس کی صواب دید ہے کہ وہ جس مولوی کا چرچا سنیں یا اس کی خصوصیات ان کے سامنے ہوں، اس کو وہاں پر متعین کرتے ہیں۔ (DHA) لاہور میں ایک باقاعدہ پروسیجر ہے، پورا ایک نظم ہے ائمہ اور خطبا کی بھرتی کے لیے۔ مثلاً ہمارے ہاں جتنی جگہیں خالی ہوتی ہیں یا جتنے افراد ہمیں مطلوب ہوتے ہیں، ان کے لیے مشہور اخبار میں اشتہار دیے جاتے ہیں۔ اشتہار دیکھ کر جو درخواستیں ہمارے پاس موصول ہوتی ہیں، ان درخواستوں کا جائزہ لیا جاتا ہے، سندات چیک کی جاتی ہیں، ان کے وفاقوں اور ان کی یونیورسٹیوں سے ان کی سندیں چیک ہوتی ہیں۔ پھر جو امیدوار اہل قرار پاتے ہیں، جو شخص مسلسل آٹھ سال کا درس نظامی پڑھ کر نہیں آیا، اس کے اندر وہ علمی پختگی ہو ہی نہیں سکتی، اس کے مقابلہ میں جو آٹھ سال پڑھتا رہا، آٹھ سال کا درس نظامی اور اس کے علاوہ کسی بھی یونیورسٹی سے ایم اے کی سند ہونا کسی بھی مضمون میں ایم اے کا ہونا ضروری ہے، جبکہ موذن اور خادم کے لیے میٹرک اور حفظ و تجوید، یہ اس کے لیے لازم ہے، چنانچہ جب درخواستیں ہمارے پاس آ جاتی ہیں تو پھر ان امیدواران کو ہم تحریری امتحان کے لیے لکھ دیتے ہیں کہ فلاں دن آپ کا تحریری امتحان ہوگا۔ یہ تحریری امتحان دورۂ حدیث اور ایم اے کو ملا کر بنایا جاتا ہے، وہ آسان نہیں ہوتا۔ جو قابل علماء کرام ہوتے ہیں، وہ ہی اس میں کچھ نمبر حاصل کر پاتے ہیں، ورنہ اکثریت علماء کرام کی جو گزر کر آئے ہوتے ہیں، وہ ہمارا ٹیسٹ پاس نہیں کر پاتے۔

اس تحریری امتحان کو پاس کر لینے کے بعد وہیں پر اسی نشست کے بعد حفظ و تجوید کا امتحان ہوتا ہے۔ ہمارے ہی ڈیفنس کے جو مستند علماء کرام ہیں، وہ تجوید اور حفظ کا امتحان لیتے ہیں۔ ان دو مرحلوں میں جو حضرات پاس ہوتے ہیں، ان حضرات کی لسٹ عصر کے وقت دفتر کی طرف سے آویزاں کر دی جاتی ہے اور اس سے اگلے روز ان دونوں مرحلوں سے پاس شدہ امیدواران کو ہم انٹرویو کے لیے بلاتے ہیں۔ اس انٹرویو پینل میں تین حاضر سروس فوجی آفیسر ہوتے ہیں اور دو علماء کرام۔ ان پانچ لوگوں کا بورڈ ہوتا ہے جو ایک ایک کر کے ان کا انٹرویو کرتا ہے۔ ان کی علمی، فنی، شخصی قابلیت دیکھتے

ہیں۔ اگر وہ اے پے ماٹر ویو پینل یا ان حضرات کو مطمئن کر دیں تو اس کے بعد ان کا انتخاب ہو جاتا ہے، لیکن وہ انتخاب مشروط ہوتا ہے کہ ہمارے ادارے کے جوائنٹ منسٹریٹر جو بریگیڈیئر صاحب ہیں اور وہ بھی دینی ذہن والے ہوتے ہیں، آخری مرحلے پر وہ انٹرویو کرتے ہیں۔ کسی بھی مرحلے پر کوئی کمی محسوس کی جائے تو اس امیدوار کا انتخاب منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ اس پورے پروسیجر میں کہیں بھی کوئی رشوت نہیں لی جاتی، کہیں پر کوئی سفارش یا ذاتی تعلق کام نہیں آتا حتیٰ کہ جو پیپر تحریری طور پر لیے جاتے ہیں، ان پر بھی رول نمبر لکھا جاتا ہے، نام نہیں لکھا جاتا اور اس وقت جو تمام علماء کرام ڈیوٹی پر موجود ہوتے ہیں، ان کو اپنا موبائل فون اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یوں اس پورے نظام اور اس پوری ترتیب کے بعد جو علماء کرام ہمارے پاس منتخب ہو کر آتے ہیں، وہ الحمد للہ ہر لحاظ سے قابل ہوتے ہیں۔

اب جب کسی کا انتخاب ہو جاتا ہے تو ان ائمہ وخطبا کو ان کے فرائض منصبی تحریری طور پر لکھ کر دیے جاتے ہیں کہ امام صاحب! آپ نے یہ یہ کام کرنے ہیں۔ بائیس نکات ہیں جن کی پابندی ہر امام وخطیب کے لیے لازمی ہے۔ مثلاً اس کے اندر سب سے بنیادی چیز جس کو بہت حساسیت کا معاملہ قرار دیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ مسجد میں غیر فرقہ وارانہ ماحول کو قائم کرنا، کسی بھی قسم کی جانبداری یا کسی بھی لحاظ سے مسلکی وابستگی کا اظہار، خاص قسم کا عمامہ یا خاص قسم کے کلمات جن سے فرقہ واریت یا جانبداری جھلکتی ہو، اس پر پابندی ہے۔ اس کے فوائد میں عرض کرتا ہوں۔ میں الحمد للہ نصرت العلوم سے فارغ ہوں، میری ساری تعلیم وہاں سے ہے، مولانا زاہد الراشدی صاحب خصوصی شفقت فرماتے ہیں۔ میرا سارا گھرانہ الحمد للہ علماء دیوبند سے وابستہ ہے اور انہی سے وابستگی کو ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں، لیکن حالات اور ماحول کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں جو روایتی ہمارا ماحول ہے جہاں پر پہلے ہم رہے ہیں اور جو دوسرا ماحول ہے جہاں پر جا کر ہم نے یہ دیکھا کہ کسی مسلکی وابستگی کو عوام الناس کے سامنے ظاہر نہ کیا جائے تو اس کے زیادہ فوائد ہوتے ہیں۔ اس کی مثال میں عرض کرتا ہوں۔ ائمہ مساجد کو جو فرائض منصبی دیے جاتے ہیں، ان میں سب سے مقدم چیز یہ ہوتی ہے کہ آپ مسجد کے غیر فرقہ وارانہ ماحول کو برقرار رکھیں، نماز پنجگانہ کی آپ امامت کرائیں۔ اسی طرح نماز عیدین، تراویح، جمعۃ المبارک کے خطبات آپ دیں گے اور مساجد کے انتظام، ان کی صفائی کی نگرانی اور نمازی حضرات کے ساتھ مثالی اخلاقی رویہ رکھیں اور صبر وتحمل کا ہر وقت اظہار، پاک وصاف اور شرعی لباس ہر وقت زیب تن رکھنا، نکاح وغمی کی تقریبات جو محلے کے اندر ہوں، ان کے اندر شرکت کرنا، یہ امام وخطیب کے فرائض منصبی تحریری طور پر ہمارے ہاں دیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں (DHA) لاہور میں جو جمعہ کے خطبات ہوتے ہیں یا جو عیدین کے خطبات ہوتے ہیں، وہ بھی ایک باقاعدہ ترتیب کے بعد ایک نظم کے بعد Deliver ہوتے ہیں اور عوام الناس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں جس کا انتظام شاید ہی کہیں ہوتا ہو۔ مثلاً قمری سال کے آخری مہینے میں پانچ علماء کرام پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی جاتی ہے۔ وہ کمیٹی باقی تمام علماء کرام سے تجاویز لیتی ہے کہ اگر آپ کو خطبہ لکھنے کو کہا جائے تو آپ کا تحقیقی دلچسپی کا عنوان کیا ہے؟ ان سے تجاویز لے کر ہر سال کے ۵۴ خطبات، عیدین سمیت محرم شروع ہونے سے پہلے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ ان کے عنوانات اور ان کے مرتب کرنے والے حضرات، اس کی ایک فہرست بنادی جاتی ہے اور وہ فہرست تمام ائمہ میں تقسیم کردی جاتی ہے۔ ہر خطیب صاحب سال میں تقریباً تین خطبے لکھتے ہیں، بعض

کے حصے میں دو آتے ہیں۔ لکھنا خطیب صاحب نے ہے، وہ اپنی تحقیق کرنے لائبریری میں جائیں، کتابیں کھنگالیں، جہاں سے بھی ہو، تیار کریں۔ وہ خطبہ لکھنا کیسے ہے؟ اس کا بھی فارمیٹ یا اس کا انداز وہ ائمہ کرام کو پہلے سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ لکھائی کا اتنا سائز ہو، اتنی لائنیں ہوں، اتنے صفحے ہوں، وہ سب کے علم میں ہوتا ہے۔

خطیب صاحب نے جب خطبہ ترتیب دے دیا تو وہ اپنی مرکزی مسجد کے خطیب اعلیٰ کے پاس جائیں گے۔ مثلاً ہمارے ڈیفنس کے اندر آباد پانچ فیز ہیں اور ہر فیز کے اندر کئی سیکٹر، کئی محلے ہیں۔ میں فیز ٹو کا نگران ہوں اور میرے ماتحت آٹھ مساجد ہیں۔ ان آٹھ مساجد کے خطیب صاحب اپنا خطبہ تیار کر کے میرے پاس آتے ہیں۔ میں اس کو اپنی نظر سے یعنی اصلاح سے بھرپور تنقیدی نظر سے دیکھوں گا اور جہاں پر کوئی کمی دیکھوں یا کوئی قابل اصلاح چیز دیکھوں، وہیں پر لکھ دیا۔ اگر زیادہ تبدیلی ہے تو خطیب صاحب سے کہا جائے گا کہ اس کو یوں کر کے لائیں۔ اگر گزارا ہے تو پھر میں اپنے تاثرات لکھ کر جو ڈائریکٹر دینی امور ہیں، ان کے پاس بھیج دوں گا۔ ہمارے جو ڈائریکٹر دینی امور ہیں، وہ الحمد للہ جامعہ بنوری ٹاؤن سے فارغ ہیں اور ساتھ ساتھ آرمی سے بریگیڈیئر فارغ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں شانیں دی ہیں۔ انتہائی علمی شخصیت ہیں۔ وہ اس کو دیکھیں گے اور پھر اس پورے نظم سے گزرنے کے بعد ستائیس مساجد کے علماء کرام کے پاس اس کی فوٹو کاپی پہنچ جائے گی۔ خطبہ deliver ہونے سے، اس جمعہ سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے خطیب صاحب اس کو اپنے طور پر پڑھیں گے۔ ہمارے ہاں ہر ہفتے تمام خطباء کرام کے تقریباً دو اجلاس ہوتے ہیں اور ہر اجلاس کے اندر شعبہ مساجد کا تمام عملہ موجود ہوتا ہے۔ خطیب صاحب (تمام خطبا) ہفتے میں سوموار کے روز آتے ہیں۔ نو سے لے کر ساڑھے دس تک ہماری میٹنگ ہوتی ہے۔ اس میں ہر خطبہ لفظ بلفظ پڑھا جاتا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد تمام علماء کرام جہاں بھی مناسب سمجھیں، تجویز دے سکتے ہیں کہ یہاں پر یہ ہونا چاہیے یا اس فقہی مسئلے کے اندر یہ تفصیلات ہیں، اس کو یوں ہونا چاہیے۔ ڈائریکٹر دینی امور تمام علماء کرام کی موجودگی میں اگر وہ رائے درست ہو تو اس کو بھی ساتھ درج کر دیا جاتا ہے۔ یوں سوموار کے دن اس خطبے کا صحیح طور پر تنقیدی جائزہ ہوتا ہے۔

جمعرات کے دن نو سے لے کے ساڑھے دس تک دوسری بار تمام علماء کرام اسی جگہ اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک خطیب صاحب اور ایک مؤذن صاحب اس خطبہ کو اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح انہوں نے کل جمعہ کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں پچیس سے تیس منٹ کا جمعہ کا خطبہ ہوتا ہے اور وہ پورا وقت ان کو دیا جاتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں، اس کے بعد جو سامعین علماء کرام بیٹھے ہیں، ان کو کہا جاتا ہے کہ آپ ان کے خطبہ پر تبصرہ کیجیے۔ انہوں نے کہاں پر تلفظ کی غلطی کی ہے، کہاں پر ان کے بیان میں زور نہیں رہا اور کس چیز کو کیسے بیان ہونا چاہیے تھا۔ تمام علماء کرام کو فری ہینڈ ہے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنا تبصرہ دے سکیں اور الحمد للہ ہمارے علماء کرام اسے وسعت قلبی کے ساتھ سنتے ہیں۔

یوں جہاں پر ہمارے جمعہ کا خطبہ پورے ہفتہ کے دوران تیار ہو رہا ہے، وہیں پر تمام خطباء کرام ستائیس خطبا، پانچ نائب خطبا ہمارے ہاں تقریباً ۱۶۵ افراد کے قریب مساجد کا عملہ ہے، ان لوگوں نے جہاں ہفتے میں دو بار ایک دوسرے کو ملنا ہے، جہاں پر خطبہ کی تیاری ہو رہی ہے، وہیں پر ان کا آپس کا جو ربط و تعلق ہے، وہ پروان چڑھ رہا ہے۔

ہمارے ہاں ڈیفنس کے اندر چار سال کے اندر چار بڑے اجتماع ہوتے ہیں۔ جمعہ اور عیدین کے علاوہ، مثلاً

ہر مہینے ایک اصلاحی بیان ہوتا ہے۔اس اصلاحی بیان میں جو اصلاحی عنوانات ہوتے ہیں عوام کے فائدے کے لیے ان کو منتخب کیا جاتا ہے کہ ایک عام آدمی کا مسئلہ کیا ہے۔ایک عام آدمی کو مسجد کے آداب کا پتہ ہونا چاہیے، ایک عام آدمی کو اپنی دکان، اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے اپنی تجارت میں کن اسلامی اصولوں کا خیال رکھنا چاہیے، یعنی ہمارے جو معاشرتی مسائل ہیں، ہم ان کو فوکس کرتے ہیں اور ہر مہینے میں ایسی مجلس قائم ہوتی ہے اور اس کی ترتیب بھی سال کے شروع میں طے کر دی جاتی ہے کہ یہ علماء کرام ان عنوانات پر فلاں مسجد میں خطاب فرمائیں گے اور ہمارا یہ دورانیہ مغرب سے عشا تک ہوتا ہے۔یہ کچھ خصوصیات ہیں جو میں نے آپ حضرات کے سامنے عرض کیں۔ ہمارے ہاں جو نظم و نسق چل رہا ہے، اس کی وجہ سے لاہور کی اکثر رہائشی کالونیوں نے ہم سے رابطہ کیا، مثلاً گرین سٹی، بحریہ ٹاؤن، پیراگاؤن سٹی، لیک سٹی وغیرہ یہ بڑے بڑے رہائشی منصوبے ہیں جنہوں نے ہمارا پورے کا پورا مساجد کا نظام اٹھا کر اپنی مساجد میں نافذ کر دیا ہے۔ میں آپ سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہم جو دینی طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، ہمیں فرقہ واریت اور اس تقسیم کی سنگینی کا شاید اتنا احساس نہ ہو جتنا کہ ایک عام آدمی کو ہے یا جو خصوصی طور پر شہروں میں آباد ہیں یا جو اچھی کالونیوں کے اندر رہنے والے ہیں وہ جس قدر حساس ہوتے ہیں۔وہ چاہتے ہیں کہ ہم مولوی کی لڑائی میں نہ پڑیں۔ چنانچہ وہ شروع سے ہی اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ہم کوئی ایسا نظام یہاں پر نافذ کریں کہ جو کسی بھی قسم کی فرقہ واریت اور مسلکی تعصب سے پاک ہو۔

یہ تفصیل تو میں نے عمار ناصر صاحب کے حکم پر عرض کر دی کہ شاید بہت ساری قابل تقلید چیزیں اور اصول ہیں، وہ علما اخذ کر سکیں۔اب جو ہماری آج کی نشست کا عنوان ہے اور میری گفتگو کا جو دوسرا حصہ ہے، وہ یہ ہے کہ جو ہمارے دیگر علاقے یا دیگر شہر ہیں، وہاں جو موجود مساجد ہیں، ان کے ائمہ کے کون کون سے مسائل اور مشکلات ہیں اور ان کا حل کیا ہے، جس کے لیے ہماری یہ آج کی نشست منعقد کی گئی ہے۔ائمہ اور خطبا کے چھوٹے بڑے تمام مسائل کو تقسیم کیا جائے تو وہ تین طرح کے ہیں۔

۱۔سب سے پہلے مولوی صاحب کا انتظامی مسئلہ ہے۔

۲۔دوسرے امام صاحب معاشی طور پر پریشان ہیں۔

۳۔تیسرے جو ائمہ اور خطبا کو مسائل درپیش ہیں، وہ علمی مسئلے ہیں۔

ائمہ اور خطبا کے جتنے مسائل ہیں، وہ ان تین اقسام کے اندر آ جاتے ہیں۔

اب میں آپ کو جہاں کی بات سنا رہا ہوں، وہاں ایک با اختیار اتھارٹی ہے، ایک ادارہ ہے جو فوجیوں کے تحت چلتا ہے اور فوجی اپنی بات منوانا جانتے ہیں۔ان کے پاس ایک ایسا نظم ہے کہ ہر ایک کو اس کے اندر چلنا پڑتا ہے۔میں یہاں پر یہ عرض کروں گا کہ انتظامی طور پر سب سے بڑی ضرورت ہے خود احتسابی کی۔امام نے خود کو ٹھیک رکھنا ہے۔عام آبادیوں میں تقرر جیسا کہ میں عرض کیا کہ کسی ذاتی تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے، کسی کمیٹی کو کوئی صاحب پسند ہوتے ہیں یا کسی کی شہرت سنی ہوتی ہے، ان کو بلا لیتے ہیں کہ آپ ہمارے ہاں خدمت سرانجام دیں یا اس طرح کے ذرائع سے کسی کا تقرر کسی کی مسجد میں ہوتا ہے اور دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ اکثر ائمہ حضرات اپنی کمیٹی سے یا منتظم فرد سے نالاں نظر آتے ہیں۔

ہر چند کہ تمام کمیٹیاں ایسی نہیں ہیں، کچھ لوگ ہیں، لیکن بہر حال یہ شکایات موجود ہیں۔ اب کمیٹی کو امام صاحب سے یہ شکایت ہے کہ امام صاحب اپنے فرائض منصبی سے غفلت برت رہے ہیں۔ امام صاحب کو کمیٹی سے شکایت ہے کہ ان کو جو اختیارات ہیں، وہ ان کا ناجائز استعمال کر رہے ہیں۔ یوں دونوں کی شکایت ایک دوسرے سے ہے اور میں یہ عرض کروں کہ دونوں کی شکایت ایک دوسرے سے بجا ہے۔ امام صاحب بھی اپنے فرائض منصبی سے غفلت برتتے ہیں، الا ماشاء اللہ اور کمیٹی والے بھی اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ اس کا مناسب حل جو میں سمجھتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جب بھی کسی امام اور خطیب صاحب کا تقرر ہونے لگے تو کمیٹی کے ذمہ دار افراد کے ساتھ بیٹھ کر اپنے فرائض منصبی اور ان کے اختیارات ان دونوں چیزوں کو تحریری صورت میں لایا جائے۔ امام صاحب اپنے فرائض منصبی بھی ان سے لکھوا لیں اور ان کے اختیارات بھی ان سے لکھوائیں۔ پھر اس کے بعد اپنے فرائض منصبی کی پاسداری کی جائے اور اس کے بعد جن کو اختیارات ہیں، ان کو بھی پتہ ہوگا کہ ان کے اختیارات کہاں تک ہیں اور کہاں تک نہیں ہیں۔ یہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد امام صاحب سے شکایات بڑھتی ہیں تو کمیٹی کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ آپ یہ نہیں کرتے، آپ یہ نہیں کرتے۔ جب ایک چیز لکھی ہوئی ہوگی کہ امام صاحب کو یہ کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا تو امام اسی پابندی کے اندر رہ کر اپنی مصروفیات ترتیب دیں گے۔ اپنے فرائض منصبی کے علاوہ وہ اسکول میں جا کر بھی پڑھائیں، اپنی دکان میں بھی جا کر بیٹھیں، کسی کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہوگا، اس لیے کہ امام صاحب اپنے فرائض منصبی کو پورا کر رہے ہیں۔

دوسرے قسم کے معاشی مسائل، یہ انتہائی سنگین مسائل ہیں۔ اب تنخواہ کا کم ہونا ہر مولوی صاحب کو یہ شکایت ہے۔ اس تنخواہ کی کمی کو پورا کرنے کے لیے کسی اسکول یا اکیڈمی کو جوائن کرنا، بھئی بچوں کا پیٹ بھی پالنا ہے، گھر کا سرکل بھی چلانا ہے، پانچ چھ ہزار جو مسجد والے دے رہے ہیں، اس میں خرچ پورا نہیں ہو رہا۔ لامحالہ طور پر وہ دوسری سرگرمیوں کو منتخب کرے گا اور ان میں مشغول ہوگا۔ اب ان معاشی مصروفیات کی وجہ سے اس کے فرائض منصبی میں سستی آتی ہے تو پھر کمیٹی کے ساتھ اختلافات اور نتیجہ امام صاحب کی رخصتی۔

میرے محترم علماء کرام! اگر ہم معاشیات کے اصول کو دیکھیں تو معاشیات میں کسی چیز کی ویلیو بڑھانے کے لیے دو کام کیے جاتے ہیں۔ پہلا کام یہ طلب اور رسد یعنی ڈیمانڈ اور سپلائی کے اندر قدرتی ایک ربط ہوتا ہے۔ اس میں آپ بہت زیادہ فرق ڈال دیں تو قیمت گر جاتی ہے۔ سادہ مثال ہے کہ چینی مارکیٹ میں نہ ہو تو وہ بہت زیادہ مہنگی ہوگی اور جب مارکیٹ میں بہتات ہوگی تو چینی سستی ہوگی۔ اب یا تو علماء کرام مارکیٹ میں آنا یا مسجدوں میں آنا بند ہو جائیں یا شارٹ ہو جائیں کہ مدارس سے کوئی ایسی کھیپ نہیں کہ مسجدیں خالی پڑی ہیں تو پھر علما کی مانگ میں اضافہ ہوگا۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ الحمد للہ ہمارے ہاں علماء کرام کی بہتات ہے اور یہ ہمارے معاشرے پر اللہ کا فضل ہے۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم علماء کرام کی سپلائی روک دیں۔ دوسرا اصول مارکیٹ کا یہ ہے کہ جو چیز ہم مارکیٹ میں دے رہے ہیں، اس کا معیار اور کوالٹی ہم بہتر کر دیں کہ خریدنے والا کہے کہ یہ چیز اگر مجھے دس ہزار روپے میں بھی لینی پڑے گی تو میں لوں گا۔ جو امام اور خطیب معاشرے کے اندر عملی میدان میں آ رہے ہیں، ان کا معیار اور کوالٹی اتنی اعلیٰ ہو کہ کمیٹی والے افراد اور دوسرے لوگ یہ کہیں کہ اگر یہ امام صاحب بیس ہزار بھی مانگیں تو ہم ان کی علمی، شخصی اور ذاتی قابلیت کی

وجہ سے ان کو تیس ہزار دینے کو بھی تیار ہیں۔ یہ دو ہی راستے ہیں اپنی مانگ بڑھانے کے۔ پہلا حرام ہے اور دوسرا شریعت نے ہمارے لیے جائز کیا ہے کہ ہم علماء کرام اور خطباء کرام اپنی مانگ میں خود اضافہ کریں۔ اپنی علمی، شخصی، اخلاقی قابلیت لوگوں کو مجبور کر دے کہ وہ ہم کو منہ مانگے دام دیں۔ پھر ہی ہمارے معاشی مسائل حل ہوں گے۔ اس کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ہاں تقریباً ستر فیصد علماء کرام جو ائمہ اور خطبا کی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں، میں معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ وہ حادثاتی طور پر امام یا خطیب بنتے ہیں۔ حالات ان کو امام یا خطیب بنا دیتے ہیں، اس لیے کہ وہ کہیں جا نہیں سکتے، کہیں وہ پڑھا نہیں سکتے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ ساری زندگی دین پڑھا ہے، اب ظاہر ہے کہ دین کی ہی خدمت کریں گے۔ ان ائمہ وخطبا کو چاہیے کہ جیسے ہمارے اکابر نے ہماری رہنمائی کے لیے لٹریچر لکھ دیا ہے جیسے حضرت تھانوی کا مکمل لٹریچر، اسی طرح حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی کے خطبات، ہمارے بزرگ مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب، انہوں نے بڑی پیاری کتاب لکھی ہے ''خطیب اور خطابت''، وہ اپنے مطالعے میں رکھیں۔ اس طرح کے لٹریچر جو فنی طور پر ہماری مدد کر سکتے ہیں، وہ اپنے مطالعے میں رکھیں۔ یوں ہماری مانگ اور ہماری قدر میں اضافہ ہوگا۔

تیسرے نمبر پر ہمارے علمی مسائل ہیں۔ ہمارے اکثر علما اور خطبا فارغ التحصیل علما کرام جن میں، میں بھی شامل ہوں، ہم جب مدارس سے نکلتے ہیں تو اپنے مطالعہ اور علمی ترقی کو وہیں پر روک دیتے ہیں اور روایتی طرز کے چند خطبات، کتابیں اور کیسٹیں جو ہماری مرکز نظر ہوتی ہیں، ان کو دیکھ کر ہم اپنے جمعہ کے خطبات تیار کر لیتے ہیں اور اس وقت ہم جہاں پر رہ رہے ہیں، اس دور کے کیا مسائل ہیں؟ عام آدمی کو کون کون سا مسئلہ درپیش ہے؟ وبائیں پھیل رہی ہیں، ڈینگی آ رہا ہے، یہ تو حقائق ہیں۔ ہمارے ہاں مساجد میں عبادات پر تو بہت بات ہوتی ہے، ہونی بھی چاہیے، لیکن معاملات، عقائد، شخصی تعمیر، اخلاقی کردار سازی، نکاح، طلاق، بیوع فاسدہ، خلع اور دیگر فقہی مسائل یہ شاید علماء کرام کے خطبات میں یہ چیزیں شامل نہیں ہوتیں جو ایک المیہ ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ عوام الناس کو وہ رہنمائی بھی نہیں ملتی جس کے وہ خواہش مند ہوتے ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان تینوں مسائل کے حوالے سے جو میں نے تجاویز پیش کی ہیں اپنے علم کی روشنی میں، اگر ہم اپنے انتظامی مسائل کو دور کرنے کے لیے کمیٹی کے ساتھ باتیں تحریر کر لیں تو وہ تجاویز ہم کو یقینی طور پر فائدہ دے سکتی ہیں۔ معاشی حوالے سے اپنی قابلیت میں اضافہ کریں اور علمی حوالے سے اپنے خطبات کے اندر اپنے دروس کے اندر جدت لے کر آئیں اور جو ایک عام آدمی کے مسائل ہیں، ان کو قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ اس کے علاوہ ایک آخری بات جو علما کرام کو تجویز ہے کہ ہمارے ہاں وسائل کم ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک علاقے کے علماء کرام کا آپس میں ربط ہو، ہفتہ میں ایک بار یا مہینے میں ایک بار کھانے کے بہانے یا کسی اور مجلس کے بہانے علماء کرام ایک دوسرے کو ملیں، اپنے مقامی مسائل دوسرے بااعتماد ہم خیال لوگوں کے ساتھ شیئر کریں کہ میری انتظامیہ میرے لیے یہ مسئلے پیدا کرتی ہے، جب علما کرام سے رابطہ ہوگا اور مشورے میں برکت ہوگی تو بہت سارے مسائل کا حل آپ کو اپنے گھر سے ملے گا۔ ممکن ہے کہ دوسرے صاحب ان مسائل سے گزر چکے ہوں، اس لیے ضروری ہے کہ